ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اسلوب۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

Style: Analytical study

حافظ محمد عبدالقدوس

پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر فرزانہ ریاض

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Hafiz Muhammad Abdul Quddus

PhD Scholar Department of Urdu, Government College University, Lahore

Dr. Farzana Riaz

Assistant Professor, Department of Urdu Government College University, Lahore

Abstract:

Writing style Each pen has its own style of writing. The style of writing is formed by the specific vocabulary of the pen, then the personal skill and ability to arrange them in a particular style, and then using metaphors and proverbs etc. in his own particular style. In other words, style of writing is the life style of the pen. What the writer is presenting in his writing, the art or the subject he is dealing with if he is very satisfied with its relationship and all its dimensions and all its campaigns are bright in his mind, but he Bright to the extent that they want their own passionate expression and are looking for a medium for expression, the writer or artist can dress it up with great ease and finesse.

Keyword:

پروین شاکر، عصمت چغتائی، ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، عشقیہ شاعری، اردو زبان وادب، رومانویت

تحریر بامعنی جملوں کی وہ صورت ہے جس پر الفاظ کی بانٹ اس انداز میں کی جائے کہ نہ صرف مافی الضمیر واضح ہو جائے بلکہ لفظیاتی حسن بھی برقرار رہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تحریر جملوں کی، جملے الفاظ کے اور الفاظ حرف کے رہینِ احسان رہے ہیں۔ تحریر سے حروف تک کا یہ اُلٹا سفر نہ صرف تحریر کی اکائی کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ زبان کے چند تشکیلی عناصر کا پتہ بھی دیتا ہے گویا تحریر خواہ کیسی بھی ہو حروف اور الفاظ اس کی بنیادی اکائیاں ہیں اور اسلوب انہی بنیادی اکائیوں کے متشکل مجموعے کا نام ہے۔ اُردو زبان کی مختلف لغات میں لفظ اسلوب کی صراحت نہایت مختصر اور سرسری طور پر کی گئی ہے۔ فرہنگ آصفیہ ،نور اللغات، فیروز اللغات، قومی انگریزی اُردو لغت میں اسلوب سے مراد ڈھنگ، ترتیب، سلسلہ، انتظام، طریقہ، طرزِ بیان، وضع، روش اور حکمت عملی ہے۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات میں اسلوب کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> ”اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات وجذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت (انفرادی خصوصیات) کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفہ، حیات اور طرز فکر و احساس جیسے عوامل مل کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے اُسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔“(۱)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اسلوب کاانگریزی متعارف شائل (Style)ہے۔انسائیکلوپیڈیا پرٹینیکا [۲] میں اس لفظ کا رشتہ لاطینی سے جوڑا گیا ہے۔لاطینی میں اسٹائیلس (Stylus) اُسلوب کا ہم معنی ہے۔تاہم اصطلاحی حوالوں سے اسلوب کی کئی تعریفات کی گئی ہیں جن کی روشنی میں ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُسلوب مصنف بھی ہے اور اس کا طرزِ تحریر بھی،اسلوب دو اشخاص میں تعلق کا ذریعہ بھی ہے اور دو لوگوں میں تحرک کا باعث بھی ،اسلوب لفظوں کا انتخاب بھی ہے اور فقروں کی مخصوص تقلیل بھی،اسلوب حسنِ کلام کی شناخت کا ذریعہ بھی ہے اور انفرادیت کا باعث بھی،اسلوب باطن میں چھپا خیال بھی ہے اور فکر کی خارجی تصویر بھی۔اس کی جہتیں جتنی بھی ہوں یہ بات طے ہے کہ اپنی بنیادی حیثیت میں اُسلوب بہت ہی نایاب چیز ہے جو ہزاروں میں ایک ہی پیدا ہوتا ہے۔اچھی تحریر، دلکش تحریر، خوبصورت تحریر، شستہ اور رواں تحریر فنِ تحریر پر دسترس کا نتیجہ ہے جو محنت، لگن اور مشاقی سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن اسلوب ان سے ماورا شئے دیگر ہے جس کا تعلق منفرد شخصیت اور بے مثال تخلیقی تخیل سے ہے۔

کسی بھی زبان وادب میں نظم ونثر دونوں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں ایک تخلیق کار کی تخلیق کے پیچھے حالات وواقعات کی ایک عظیم دنیا آباد ہوتی ہے یہ واقعات وہ اپنے ارد گرد سے اخذ کرتا ہے جس میں اس کی تہذیب اور معاشرت کا عکس واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب، زمانہ، زبان، صنف ادب اور مصنف مل کر اسلوب تشکیل دیتے ہیں۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حالات اور واقعات کا یہ بیان نظم میں زیادہ موثر نظر آتا ہے یا نثر میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں :

> ”نظم سے زیادہ نثر انسانوں کی زندگی کی روز مرہ ضروریات اور معاشی معاشرتی حالات کی آئینہ دار ہوتی ہے نثر دراصل کسی خانگی یا سماجی ضرورت کے تحت ہی لکھی جاتی ہے اور اس میں شاعری کی طرح مبالغہ آرائی اور خیال کی بلند پروازی کا موقع کم ہوتا ہے اس لیے کسی قوم کی سیاسی اور تمدنی تاریخ کا پتہ چلانا ہو تو اس کے شاعروں سے زیادہ اس کے انشا پردازوں ہی کے کارناموں اور ان کے اسالیب پر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔“(۳)

اُردو کی مخصوص تہذیبی فضا کی وجہ سے نثر کے چند اسالیب پیدا ہوئے تھے مثلاً بیگماتی زبان، قلعہ معلیٰ کی زبان اور فسانہ آزاد اور فسانہ عجائب کا مقفی اور مسجع اسلوب۔ ان میں سے کوئی بھی معیار نہیں بن سکا یعنی ایک ایسا اسلوب جسے حاصل کرنے اور اس پر اپنی انفرادیت کی چھاپ لگانے کی خواہش ہر لکھنے والے کا نصب العین ٹھہرے۔ایک اچھا اور معیاری اسلوب وہ ہوتا ہے جس کی بنیاد پر ایک آدمی دوسرے آدمی سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کے علاوہ ادبی اسلوب کی سب سے عظیم شرط اس کا قابل مطالعہ ہوتا ہے یعنی مواد اپنے اندر پڑھنے کی دلچسپی رکھتا ہو اس سے مراد ان پڑھ لوگوں کے خطوط نہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خوبصورت نثری اسلوب صرف الفاظ کی حسن کارانہ ترتیب سے وجود میں آتا ہے یا اس کے پیچھے خیال فکر یا نظریہ کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے۔اس حوالے سے بات کرتے ہوئے پروفیسر قمر رئیس کہتے ہیں :

> ”درحقیقت اسلوب کا معاملہ اتنا پیچیدہ نہیں جتنا ہیئت پرستوں یا نام نہاد جدیدیوں نے اسے بنا دیا ہے۔اسلوب مجرد الفاظ کا نام نہیں بلکہ مجموعی تاثر کا نام ہے اور شفافیت اور تزئین وہ دو اجزا ہیں جن سے اسلوب کی اساسی صفات تشکیل پاتی ہیں۔ (۴)“

گویا ایک فنکار کا اسلوب سادہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ شفاف ہونا بہت ضروری ہے۔اسلوب میں پائی جانے والی شفافیت فنکار سے بے حد احتیاط کا مطالعہ کرتی ہے اور بغیر اس خصوصیت کے تاریکی سے روشنی اور اضطراب سے مسرت نمودار نہیں ہو سکتی اور نہ ہی فنکار کو تزئین نصیب ہو سکتی ہے۔اسلوب میں شفافیت کی کرشمہ سازی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے طارق سعید لکھتے ہیں :

> ”اُسلوب کی شفافیت صرف ایک لفظ یا ایک محاورے یا استعارے سے ہماری توجہ کے رُخ کو موڑ دیتی ہے اور پھر موڑے گئے زاویوں سے ہی صاحب اسلوب فنکار فقروں کی تشکیل کرنے لگتا ہے۔“(۵)

لہٰذا فنکار کو اپنے قارئین کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے اور ایک اچھا فنکار اپنے قارئین سے ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے یوں بھی مناسب نہیں کہ بات معمولی اور سیدھی سادی ہو مگر اس کے لیے الفاظ ثقیل وادق اور تراکیب پیچیدہ ومشکل استعمال کی جائیں اگر ایسا کیا جائے گا تو تحریر میں سادگی پیدا نہیں ہوگی۔[۶] زبان کا آسان ہونا کافی نہیں اس میں جان اثر اور لطف ہونا چاہیے اور یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ایسی زبان صرف کامل ادیب ہی تحریر کر سکتے ہیں ورنہ ایسی تحریر سے کیا فائدہ جو سپاٹ بے مزہ اور

بھدی ہو۔سادگی کے ساتھ ساتھ بیان میں اختصار اور قطعیت کا ہونا بھی لازمی ہے ایک اچھا ادیب اپنے قاری کی سہولت کے ساتھ ساتھ دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے غیر ضروری طوالت سے احتراز کرے گا لیکن سادہ تحریر یا تحریر میں سادگی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ادیب ایسے الفاظ استعمال کرے جن میں کوئی جان نہ ہو بقول طارق سعید :

"سادہ لکھنے کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنی تحریر میں سادہ اور سہل لفظ جمع کردیں اور کوئی مشکل لفظ نہ آنے پائے۔سادگی کے ساتھ جب تک تحریر میں لطف، کشش اور اثر نہ ہو وہ ادب میں شمار نہیں ہو سکتی ایک پھسپھسی ، بے جان اور بے اثر تحریر کا لکھنا نہ لکھنے سے بدتر۔جب تک کلام میں لکھنے والے کی روح شریک نہ ہو وہ کلام مردہ ہوگا اور دلوں میں گھر نہیں کر سکتا۔ (۷)"

اسلوب کے متعلق ایک بات ہمیشہ مد نظر رکھنی چاہیے کہ ہر ایک کا طرز تحریر دوسرے سے جدا ہوتا ہے کسی کا کوئی رنگ ہے کسی کا کوئی ڈھنگ۔یہ ہر ایک کے مزاج اور افتاد طبع پر منحصر ہے ہم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے کہ یوں نہیں یوں لکھو اگر مجبور کریں بھی تو ممکن نہیں وہ نیا ڈھنگ تو اختیار کرے گا مگر اپنا بھی بھول جائے گا۔ہر ادیب کا اپنا مخصوص مزاج اور ڈکشن ہوتی ہے جو اس کے اپنے ماحول کے تابع ہوتی ہے اور یوں بھی تخلیق ایک اعلیٰ منصب ہے تحریر صرف لفظوں کا گورکھ دھندا نہیں جس میں مشکل الفاظ ہی وقعت اور اہمیت کے حامل ہوں۔ہر لفظ اپنا خاص حسن رکھتا ہے اور ان لفظوں کے گنوں کو پرکھنے والے مشاق ادیب ہی ہو سکتے ہیں۔کسی اعلیٰ درجے کے ادیب یا شاعر کا کلام اُٹھا کر دیکھئے ہر لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نگینہ ہے جو اپنی جگہ جڑا ہوا ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ فنکار کا اسلوب اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔انسان کی شخصیت کی تعمیر میں دو طرح کے عناصر کار فرما ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسے حیاتیاتی و جبلی طور پر ملتے ہیں اور دوسرے وہ جو اسے تہذیب و تمدن سے حاصل ہوتے ہیں جو انسان جتنا زیادہ باشعور ہوگا اس کے یہاں تہذیب و تمدن کے اثرات اتنے ہی زیادہ قوی ہوں گے۔یہی اثرات اس کے عقیدے ، نظریے اور اخلاقی تصورات کی تشکیل کرتے ہیں۔فنکار اپنے معاشرے کا سب سے زیادہ باشعور فرد ہوتا ہے اس لیے وہ حیات اور کائنات کے بارے میں ایک واضح نظریہ رکھتا ہے اور یہ اس کی شخصیت کا اہم جزو ہوتا ہے اب اگر ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ فنکار کا اسلوب اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے اسلوب میں اس کے نظریے کی نمود بہر حال ہوگی۔(۸)

اسلوب پر شخصیت کے اثرات پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مختصرا جان لیا جائے کہ شخصیت کیا ہے؟

اور یہ اسلوب پر کس قدر اثر انداز ہوتی ہے؟

شخصیت کی تعریف کرتے ہوئے میکڈوگل لکھتا ہے:

"Personality is that which determines behavior in defined situation(۹) "

انسان کی شخصیت کی تشکیل میں کسی ایک عنصر کا ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذہن میں آنے والے تمام خیالات ، حالات و واقعات کے متعلق اس کی سوچ کا مخصوص انداز اس کی حیاتیاتی ساخت طبعی اور دماغی قوتوں اور تجربوں کا نچوڑ سب شامل ہوتا ہے۔شخصیت کے مطالعے کے لیے اصل معروض افراد ہیں جن کو ان کے ماحول کے پورے سیاق و سباق میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔انسان اور فنکار دو مختلف چیزیں ہیں انسان کی شخصیت پر اس کا ماحول اثر انداز ہوتا ہے اور ماحول کے گرم سرد کے مطابق انسان کے اخلاق بھی بدلتے رہتے ہیں۔یہاں یہ کہنا ہر گز مقصود نہیں کہ فنکار انسان نہیں ہوتا اور اس پر ماحول کا اثر نہیں ہوتا۔درحقیقت فنکار کا اسلوب ہی اس کی ذات فطرت سیرت اور شخصیت ہے اگر فنکار کی شخصیت تغیر پذیر ہے تو اس کے اسلوب کو بھی تغیر پذیر ہونا چاہیے۔لیکن ایسا مشاہدے اور تجربے میں نہیں آیا۔فنکار کے حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں طرز نگارش اس کی شخصیت کے ساتھ نہیں بدلتا یعنی شخصیت کے اتار چڑھاؤ کی طرح اسلوب لحہ بہ لحہ تبدیل نہیں ہوتا۔

کیا اسلوب شخصیت سے فرار کا نام ہے؟ پروفیسر خورشید الاسلام[۱۰] نے اسلوب کو ماورائے شخصیت قرار دیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ انسان کی سب سے بڑی خوبی خود کو نمایاں کرنا نہیں بلکہ خود کو چھپانا ہے۔دنیائے ادب کے بہت سے فنکار شخصیت کے لحاظ سے اچھے انسان نہ تھے لیکن یہ بھی ایک بین حقیقت ہے کہ جب کوئی فنکار قلم اُٹھاتا ہے تو وہ اس وقت انسانیت کے اعلیٰ ترین مینارے پر متمکن ہوتا ہے وہ انسانیت کی بقا کے لیے لکھتا ہے اور انسانیت سے ہمدردی رکھتا ہے لہذا ضروری نہیں کہ بدی و ضلالت میں گھرے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہوئے انسان کی اچھی بات رد کر دی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لمحہ تحقیق میں فنکار عظمت و شوکت سے ہمکنار ہو اور پوری روشن ضمیری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر عظمت و فلاح منتقل کر رہا ہو۔ لمحہ تخلیق کی اسی روشن ضمیری کے سبب انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں شخص کو اسلوب نہ کہہ کر ادیب کو اسلوب بتایا گیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کے الفاظ ملاحظہ کریں :

> "The style, it appears, is not the man himself but the artist himself (۱۱)"

گویا اسلوب شخصیت نہیں فنکار ہے یعنی سخنور تو بے شمار پیدا ہوتے ہیں لیکن انداز بیان کی دولت انہیں مسند رفعت پر بٹھاتی ہے۔ بقول مرزا غالب :

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

میرؔ نے بھی خوب کیا ہے :

برسوں لگی رہی ہیں جب مہر و ماہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب ، صاحبِ نظر بنے ہے

مختصر الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ چمنستانِ ہستی میں کوئی شخصیت بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے اگر شخصیت آسان شے ہوتی تو حیوانوں اور پاگلوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا۔ شخصی خوبیاں علی کسی انسان کی پہچان کا باعث بنتی ہیں اور ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر رونے کے بعد دیدہ ور تلاشنے کے کامل ہوتی ہے لہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ شخصیت فنکار میں ہے انسان میں نہیں مبنی بر حقیقت ہو گا۔ فنکار ہے تو انسان ہی مگر ایک ایسا انسان جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے جو جوہرِ شخصی رکھتا ہے اور انسانوں کے اس جنگل میں ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس نشان امتیاز یعنی شخصیت ہے یہ فنکار ہے جو اپنے فن میں یگانہ ویکتا ہے اور صاحب دانش و بینش ہے اسے اپنے افکار کی بنا پر فضیلت حاصل ہوئی ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں پوشیدہ یہ افکار اس کے اسلوب میں بھی واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

ایک اچھا فنکار اپنی طرز نگارش کے رد و بدل سے مختلف تاثرات کا اظہار بخوبی کر سکتا ہے گویا اندر کا انسان لمحہ تخلیق کے وقت نہیں بدلتا البتہ طرز نگارش ضرور بدلتی ہے اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک ہی انسان اور ایک ہی شخصیت ایک طرز خاص کے ذریعے "الہلال"نامی جریدے میں موضوعات کے تسلسل کا دریا بہاتا ہے لیکن یہی انسان، یہی شخصیت موضوعات کے دریا کا رخ بدل دیتا ہے تو "غبارِ خاطر" جیسے مجموعہ خطوط کا ظہور دوسرے اندازِ بیان کو جنم دیتا ہے۔

اس مثال کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر بڑے مصنف کا اسلوب الگ ہوتا ہے جو نہ صرف اس کی شناخت بنتا ہے۔ بلکہ اس کی انفرادی و شخصی ملکیت بھی ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم کسی کا خیال تو مستعار لے سکتے ہیں لیکن اسلوب اختیار نہیں کر سکتے۔ ہر تحریر کے پیچھے تجربے اور تصور کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے تاہم منفرد اسلوب کے پیچھے ندرت خیال کے ساتھ ساتھ استفہامیہ طرز تخاطب اور کبھی مکالماتی طرزِ تحریر کار فرما ہوتے ہیں۔ کہیں تشبیہات و استعارات کا برمحل استعمال ہے تو کہیں محاورات سے نگینوں کا کام لیا جاتا ہے۔ کہیں علامتیں مصنف کی پہچان بن جاتی ہیں تو کہیں تمثیلیت اسے تمام لکھاریوں سے ممیز کر دیتی ہے۔ پس مختلف اسالیب فن کے جملہ لوازمات الفاظ کے منفرد چناؤ اور ترتیب کے سبب اپنے مصنفین کی شناخت بن جاتے ہیں۔

تاہم اسلوب کا نقطہ عروج یہ ہے کہ فنکار کی ذات اور آفاقی انداز باہم شیر و شکر ہو جائیں۔ اس کی واردات قلبی کو آفاقی لہجہ مل جائے۔ پس یہی وہ اسلوب ہے جو مطلوب و مقصودِ فن ہے۔ دنیائے تنقید میں بیسویں صدی میں بہت سے تنقیدی دبستان اور نظریات معرض اشاعت میں آئے ان تنقیدی دبستانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اوّل: وہ جو ادبی تفہیم میں موضوع اور مصنف کے متعلقات کو اساس بتاتے ہیں۔ مثلاً مارکسی اور نفسیاتی تنقید وغیرہ۔

دوم: وہ جن کے نزدیک مصنف تخلیق کے بعد غیر اہم ہو جاتا ہے۔ لہذا تمام ترمعنی و مفاہیم کا منبع تخلیق ہی قرار پائی۔

مثلاً ہئیت پسندیدیت، نئی تنقید، ساختیات اور لسانیاتی تنقید وغیرہ۔

اُسلوبیاتی تنقید مؤخرالذکر تنقیدی رویے سے تعلق رکھتی ہے جس کے نزدیک نقاد کا اوّل و آخر وظیفہ تخلیق کے اظہاری پہلوؤں پر بات کرنا اور اسلوبیاتی عناصر کا مطالعہ ہی رہ جاتا ہے۔اسلوبیات کیا ہے کا جواب دیتے ہوئے گراہم ہاگ لکھتے ہیں :

''اسلوبیات دراصل زبان کا مطالعہ ہے۔سوال صرف یہ ہے کہ زبان کا یہ مطالعہ کس طرح کیا جائے لسانیات اب خود ایک آزاد مضمون ہے۔زبان کے مطالعے اور ادب کے مطالعے کے اُفق واضح طور پر مشترک ہیں اور اسلوبیات اس کی سرحد ہے''(۱۲)۔

ہاگ کے اس بیان سے یہ تو پتہ چل جاتا ہے کہ اسلوبیات کا تعلق ادبی زبان سے ہے گو اس تعریف میں ادبی زبان کے ثانوی پہلوؤں کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔ تاہم اس اقتباس سے اسلوبیات کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں کیونکہ روسی ہیئت پسندیدیت اور نئی تنقید بھی متن/ذریعہ ابلاغ کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور اسلوب کے رموز و علائم سے بحث کرتے ہوئے معنی اخذ کرتے ہیں۔

M.H. Abraams اسلوبیاتی نکتہ نظر پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"Especially since 1950 this term has been applied to a method of analyzing work of literature, which propose to replace the "subjectivity" and "impressionism" of standard criticism with an "objective" or "scientific" analysis of the style of literary text(۱۳)".

ابرامز کے اس اقتباس سے ایک طرف تو جدید اسلوبیاتی نقطہ نظر کے آغاز پر روشنی پڑتی ہے تو دوسری طرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلوبیاتی تنقید ادب کے موضوعی مطالعے اور روایتی معیارات تنقید کو رد کرتے ہوئے ایک ایسا انداز نقد متعارف کروایا جس میں ادبی متن کے معروضی اور سائنسی تجزیے کو ہی لازم تصور کیا گیا ہے۔

اسلوب یا اسلوبیات کی اصطلاح ادب میں کوئی نئی چیز تو نہیں لیکن یہ معاملہ اتنا سادہ اور آسان بھی نہیں کیونکہ مختلف ناقدین اسے مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ زبان کو تو با آسانی الفاظ کا وہ مجموعہ کہا جا سکتا ہے جس کے ذریعے مافی الضمیر بیان کیا جاتا ہے تاہم ہر شخص کے بات کرنے کا اپنا انداز ہوتا ہے اور یہی اسلوب ہے۔بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

''نزاعی مباحث میں الجھے بغیر اسلوب کی سادہ ترین تعریف یہی کی جا سکتی ہے کہ اسلوب انداز نگارش ہے اور ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است کے مصداق، تخلیق کاروں کے لسانی شعور کی مناسبت سے اس میں تنوع اور بوقلمونی ملتی ہے۔''(۱۴)

گویا ہر صاحبِ تحریر کا وہ خاص انداز جس میں وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرتا ہے اس کا اسلوب ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مشرقی ادب میں اسلوبیاتی اہمیت کو ابتدا ہی سے مد نظر رکھا گیا ہے اور آتش نے کہا:

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

تاہم بیسویں صدی کے آخری نصف میں سامنے آنے والا مغربی اسلوبیاتی تصور مشرقی تصویر اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔مشرق میں اسلوب تخلیق کا زیور قرار پایا جس کا بنیادی منصب آرائش تخلیق یا خیال کی حسن آفرینی میں اضافہ تھا لیکن جدید تصور اسلوبیات میں اسلوب کی اہمیت اضافی نہیں اساسی ہے اور اسلوبیات تنقید نے چند برسوں میں اتنی ساکھ تو بہر حال قائم کرلی ہے کہ اب اس کو نظر انداز کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے لیکن اس کے باوجود اس تنقیدی رویے سے لوگ خوفزدہ اور پریشان نظر آتے ہیں۔بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''بعض لوگ اسلوبیات کو ایک ہوا سمجھنے لگے ہیں۔اسلوبیات کا لفظ اُردو میں جس طرح جا و بیجا استعمال ہونے لگا ہے اس سے بعض لوگوں کی اس ذہنیت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اسلوبیات سے خوفزدہ ہیں۔''(۱۵)

اسلوبیات جس میں متن کا تجزیہ معروضی لسانی اور سائنٹیفک بنیادوں پر کیا جاتا ہے کے متعلق یہ امر تشنہ کام ہی رہتا ہے کہ آخر یہ تجزیاتی مطالعہ کس طرح کیا جائے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے Abraams لکھتے ہیں :

"The concepts of modern linguistics are used to identify the stylistic feature, or, "formal properties", which are held to be distinctive of a single work............ these stylistic features may be (a) Phonological, (b) Syntactic, (c) Lerical, (d) Rehelorical(۱۶)".

دراصل اسلوبیات کے پیش نظر وہ اساسی لسانیاتی اصول ہیں جو دیگر جدید تصورات اور روایتی مشرقی تصور اسلوب سے مختلف ہیں۔اسلوبیات سے قبل متن کے صوتیاتی، لفظیاتی صرفی و نحوی اور معنیاتی پہلوؤں پر اس طرح وار نہیں کیا جاتا تھا یعنی اسلوبیات میں محض تشبیہ و استعارہ صنائع بدائع، صنعت گری وغیرہ ہی کو اسلوبیاتی مباحث میں جگہ نہیں دی جاتی بلکہ اصوات، لفظیات، معنیات اور صرف و نحو کی پرکھ کو بھی لازی تصور کیا جاتا ہے۔

اسلوبیات وضاحتی لسانیات کی ہی ایک شاخ ہے جو ادبی اظہار کی ماہیت عوامل اور خصائص سے بحث کرتی ہے۔اول الذکر چار عناصر کا عمیق مطالعہ لسانیات کا کام ہے اسلوبیاتی نقاد اپنے طبعی میلان کے مطابق ان میں سے کسی ایک پر بھی مفصل بحث کر سکتے ہیں تاہم زبان کے اجتماعی تاثر کو ساتھ لے کر چلنا ہی اسلوبیاتی نقاد کی کامیابی ہے کیونکہ امتیازات کی نشاندہی کے لیے صوتیات لفظیات، نحویات اور معنیات سب پر بات کرنا لازم ہے۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے خیال میں اسلوبیاتی تجربے کا مقصد ہی لسانی امتیازات کو نشان زد کرتا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ :

''اسلوبیاتی تجزیے میں لسانی امتیازات کو نشان زد کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے کسی فن پارے مصنف شاعر بیت صنف یا عہد کی شناخت ممکن ہو۔''(۱۷)

دراصل ماہرینِ اسلوبیات کے خیال میں ایک بات کو کہنے کے بہت سے انداز ہو سکتے ہیں اور کہنے کے یہی انداز بات کی اصل فضیلت اور رفعت کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ ایک اسلوبیاتی نقاد کا کام ہے کہ وہ زبان کے ان عناصر کو جمع کرے جو تخلیق میں تاثیر کا باعث نہیں۔فرانسیسی نقاد چارلس بیلے کے خیال میں تو یہ زبان کے اثر پذیر عناصر کا ہی مطالعہ ہے:

''یہ (اسلوبیات) زبان کے پُراثر عناصر کا مطالعہ ہے۔یہ پراثر عناصر زبان کے پہلے سے متعینہ معنی میں اختیاری اضافہ ہیں۔''(۱۸)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلوبیاتی نقاد کے نزدیک زبان کے پُراثر عناصر کون سے ہوتے ہیں اور ان کا مطالعہ کیسے کیا جاتا ہے۔

مغرب و شرق دونوں میں اسلوب کے متعلق ہونے والی بحثوں میں اب تک اسالیب کی کل اکیس متنازعہ فیہ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن طارق سعید نے اپنی کتاب میں ان کی مزید قطع و برید کر کے صرف ۱۴(چودہ) اقسام بیان کی ہیں جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ اسلوبیاتی تنقید کی دریافت اور جستجو انہی چودہ اسالیب سے متعلق ہے اور انہی پر تنقید و تحقیق سے عبارت ہے۔ذیل میں انہی چودہ اقسام کا تذکرہ کیا گیا ہے :

۱۔ تعقیدی اسلوب
۲۔ مقفیٰ مسجع مرجز اسلوب
۳۔ رنگین مرصع اسلوب
۴۔ بیانیہ اسلوب

۵۔ توضیحی اسلوب

۶۔ انائیتی اسلوب

۷۔ شگفتہ یا تاثراتی اسلوب

۸۔ طنزیہ یا ظرافت آمیز اسلوب

۹۔ خطیبانہ اسلوب

۱۰۔ بنیادی اسلوب

۱۱۔ سپاٹ اور سادہ اسلوب

۱۲۔ اسلوب جلیل

۱۳۔ ہیجانی ماورائی یا منتشر خیالی کا شکستہ اسلوب

۱۴۔ امتزاجی سلوب

اُردو ادب میں بد قسمتی سے پاکستان میں تو اسلوبیات کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام دکھائی نہیں دیتا۔ مختلف جرائد اور رسائل میں چند ایک متفرق مضامین تو مل جاتے ہیں تاہم کسی نقاد نے باضابطہ طور پر اسلوبیاتی نقطہ نظر کو نہیں اپنایا۔ تاہم بھارت میں اسلوبیاتی تنقید کا آغاز باقاعدہ طور پر درسگاہوں میں بیسویں صدی کی چھٹی دہائی ہی سے ہو چکا ہے اور کم و بیش یہی وہ دور ہے جب مغرب میں لسانیاتی بنیادوں پر اسلوبیاتی تنقید متعارف ہوئی۔ بھارت میں اسلوبیاتی تنقید پر کام کرنے والوں میں گوپی چند نارنگ کا نام سب سے پہلے آتا ہے جنھوں نے نہ صرف ادبی تنقید اور اسلوبیات کے نام سے لکھی گئی کتاب میں اسلوبیاتی تنقید کے مباحث کا تفصیلی جائزہ لیا بلکہ اسلوبیاتی تنقید کے عملی نمونے بھی پیش کیے۔ ان کے علاوہ مرزا خلیل اور مسعود حسین خان وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی (مرتب)، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ء، صفحہ ۱۳۔

۲۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۶۳۔

۳۔ محی الدین قادری زور، سید، ڈاکٹر، اُردو کے اسالیب بیان، لاہور، مکتبہ معین الادب، ۱۹۷۲ء، صفحہ ۳۔

۴۔ قمر رئیس، پروفیسر، اسلوب اور اسلوبیات، صفحہ ۱۶۔

۵۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، صفحہ ۱۸۴

۶۔ عابد علی عابد، اسلوب لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۰۶

۷۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، صفحہ ۱۸۸

۸۔ احمر لاری، پروفیسر، اسلوب اور اسلوبیات، صفحہ ۱۴۔

۹۔ Walter Mischel, An Introduction to Personality, London, International Thomas Publisher, 5th Edition, 1993, P:493

۱۰۔ خورشید الاسلام، پروفیسر، اسلوب اور اسلوبیات، ص: ۳۳۵

۱۱۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، لاہور، نگارشات، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۲۸

۱۲۔ Graham Haugh: Style and stylistics, London, Routledge & Keganpaul; Humarites Press, 1972, P:297

۱۳۔ M.H. Abrams, A Glossary of Literary Terms, New York, Wadsworth Publishers, 1993, P:586

۱۴۔ محمد سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی دبستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص: ۲۱۲

۱۵۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اسلوبیات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۱

۱۶۔ M.H. Abrams, A Glossary of Literary Terms, P:573

۱۷۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اسلوبیات، ص: ۲۲

۱۸۔ شارب ردولوی، ڈاکٹر، جدید اردو تنقید، اصول و نظریات، لکھنؤ، اُردو اکیڈمی (طبع سوم)، ۱۹۸۱ء، ص: ۲۲۱